دل کی بات

وقت آئے گا تو مجبوروں کا ڈر ٹوٹے گا

’’سید‘‘ پرویز مشرف کے قوم سے خطابِ عالی کے بعد دینی مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن، گرفتاریاں اور تشدد کو دیکھ کر ذہن میں سوال انگڑائیاں لیتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے پاکستان اسی لیے بنایا تھا؟ کیا ان کے سہانے خوابوں کی یہی تعبیر ہے؟ دل نے کہا...... خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دہشت گردی اور شدت پسندی کے خاتمے کی چڑیا شاہ پرویز کے ہاتھ میں آ گئی ہے اور یہ چڑیا ان کے لیے زندگی موت کا مسئلہ بن گئی ہے۔ وہ لٹھ لے کر دینی مدارس کے امن پسند اساتذہ علماء کرام، ہونہار طلباء وطالبات، دینی جماعتوں کے غریب اور نہتے کارکنوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اس سے قبل انہوں نے ملک بھر کے پولیس افسروں کو باریابی سے مشرف فرمایا اور اُن سے خطاب بھی فرمایا۔ ’’دہشت گردوں اور شدت پسندوں کو پکڑلو۔ کسی افسر وزیر کی نہ سنو، صرف میری سنو۔ کسی کی پرواہ مت کرو، صرف مجھ سے بات کرو۔‘‘ نتیجتاً پکڑ دھکڑ، وحشت ودہشت اور ظلم وعدوان کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ دہشت گرد اور قاتل دندنا رہے ہیں اور بے گناہ غریب دبوچے جا رہے ہیں۔

’’شاہ پرویز‘‘ کی عجیب منطق ہے۔ ’’بدقسمتی سے پوری دنیا میں مسلمان ہی دہشت گردی میں ملوث ہیں۔‘‘ نائن الیون میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی ہو یا سیون سیون میں لندن کے ٹرین دھماکے‘ سب یہود ونصاریٰ کی سازش ہے۔ مئیر لندن اور دیگر مغربی تھنک ٹینکس اور تجزیہ نگاروں نے دنیا کو حقائق کا جو آئینہ دکھلایا ہے‘ اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ دہشت گردی کا ناسور خود مغرب کے اندر سے پھوٹا ہے۔ کسی مدرسے کا ایک بھی طالب علم دہشت گردی میں ملوث نہیں۔ شاہ پرویز اور ان کے مصاحب ’’چودھری‘‘ خود اس کا اقرار کر چکے ہیں۔ مدارس ضرور رجسٹرڈ ہونے چاہئیں لیکن اُن کا گلا گھونٹنے کی سازش نہیں ہونی چاہیے۔ وفاق المدارس کی قیادت نے درست فیصلہ کیا ہے اور برحق مطالبہ کر کے عزیمت کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اس پر وہ تمام دینی حلقوں کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ہم جدید تعلیم کے نہیں‘ نام نہاد روشن خیالی کے مخالف ہیں۔ اسی لیے جبینِ ناز پہ بل آ گئے ہیں اور حسبِ بل پر بل کھا رہے ہیں۔ علماء کو ایک ایک کر کے قتل کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً عروس البلاد کراچی تو مقتل گاہِ علماء بن گیا ہے۔ اہل حق اور صاحبانِ عزیمت کو دیوار سمجھ کر یوں راستے سے ہٹانے سے کون کامیاب ہوا ہے؟ کروسیڈی استعمار کے حکم پر ایک خطرناک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ پیارے وطن کی سلامتی خطرے میں ہے۔ زبان وقلم پہ پہرے، ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔ آخر کب تک؟ حالات ہمیشہ ایک جیسے تو نہیں رہتے۔

آج مجبور ہیں حالات کی سختی سے سبھی
وقت آئے گا تو مجبوروں کا ڈر ٹوٹے گا

شاہ کا فرمان ہے کہ ''میں سیّد ہوں'' رعایا نے کب انکار کیا ہے کہ یوں منوانے پر مصر ہیں۔

سید الکونین ،خاتم النبیین ،معلم انسانیت ،رحمت عالم ﷺ کے پیارے نواسے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے تو دینی و نسبی غیرت و حمیت کا علم بلند کیا۔ ہر جور و جفا کا منہ توڑا ،جرأت و شجاعت کو اختیار کیا اور مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر لازوال ہو گئے۔خونِ رسول ہاشمی ﷺ کا یہی تقاضا تھا جسے پوری عظمت و شوکت کے ساتھ پورا کیا اور امر ہو گئے۔

اقبال اگر روشن خیال سیّد کے دور میں ہوتے تو یہ شعر کہنے پر شدت پسند کہلاتے:

یوں تو سیّد بھی ہو ،مرزا بھی ہو ،افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو ، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

جنابِ ''سیّد'' نے فرمایا:''میں چھے بار بیت اللہ شریف کے اندر گیا ہوں۔میرے لیے توبہ کا دروازہ کھولا گیا۔ میں نے چھت پر چڑھ کے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔''

''تعبیر الرؤیا'' میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ خواب دیکھے کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہے تو یہ گمراہ اور مرتد ہونے کی علامت ہے۔اُسے توبہ کرنی چاہیے اور اللہ سے ہدایت مانگنی چاہیے'' کہ توبہ کا دروازہ تو کھلا ہے''

یہ تو خواب کا مسئلہ ہے اور بیداری میں ایسا کرنا' شعائر اللہ کی توہین کے مترادف ہے۔

مولوی پر ''دقیانوس'' اور ''جاہل'' ہونے کا فتویٰ بھی صادر ہوا ہے ۔ایک ہی وقت میں روشن خیال سیّد نے دو گالیاں ارشاد فرمائی ہیں۔ ''دقیانوس'' روم کا کافر و مشرک اور ظالم بادشاہ تھا۔اور ''جاہل'' ......کیا کہوں......؟

یہ تو ہوسکتا ہے دل میں کہوں منہ پر نہ کہوں
یہ نہ ہو گا کہ ستم گر کو ستم گر نہ کہوں

دین والوں پر اتنا ظلم کیجیے جس کا بھگتان بھی آپ کر سکیں اور مظلوموں کی چیخیں سن کر اتنے ہی خوش ہوں کہ غم کا بوجھ بھی اٹھا سکیں۔یہ اقتدار و اختیارِ دنیا تو عارضی ہے۔اس میں بھی انسان بے بس ہے۔اللہ بس ،باقی ہوس!

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا:''مجھے اپنی زندگی پر کتنا اختیار ہے؟'' فرمایا:''کھڑے ہو جاؤ،ایک ہاتھ اٹھاؤ،دوسرا ہاتھ اٹھاؤ،ایک پاؤں اٹھاؤ،اب دوسرا پاؤں اٹھاؤ'' عرض کیا: دوسرا تو نہیں اٹھتا۔فرمایا:''بس اتنا ہی اختیار ہے۔

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے